رشید اختر

مسلمان مورخین

(۲)

المدائنی

علی بن محمد ابوالحسن المدائنی ہمارے شروع دور کے بڑے مورخ تھے۔ خطیب ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:- "کان عالماً بایام الناس واخبار العرب وانسابهم عالماً بالفتوح والمغازی وروایة الشعر۔ صدوقاً فی ذالک" [۱]

وہ ایام الناس، اخبار العرب اور ان کے انساب کے عالم تھے۔ فتوح، مغازی، روایتِ شعر میں بھی ان کا علم حد تھا۔

خطیب نے، ابوالعباس نحوی کا قول نقل کیا ہے:-

"ومن اراد اخبار الاسلام فعلیه بکتب المدائنی" [۲]

"جو اخبار الاسلام کا علم چاہتا ہے۔ اسے مدائنی کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے"

الخطیب نے اس دور کے سب سے بڑے محدث، اور نقاد حضرت یحییٰ بن معین کا قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بار، ابوالحسن المدائنی ان کے پاس آئے۔ کتنی دیر تک وہ ان سے مسائل پر گفتگو کرتے رہے، جب جانے لگے تو یحییٰ بن معین نے پوچھا، کدھر کے ارادے ہیں؟ مدائنی نے جواب دیا:

"الی هذا الکریم الذی یملأ کمی من اعلاه الی اسفله دنانیر ودراهم"

اس کریم کے پاس جا رہا ہوں جو میری آستینوں کو اوپر سے لے کر نیچے تک دنانیر اور دراہم سے بھر دیتا ہے۔

یہ کہہ کر لوٹے تو یحییٰ بن معین نے تین بار فرمایا "ثقة"، "ثقة"، "ثقة" [۳]

---

[۱]۔ [۲] [۳]۔ الخطیب جز ۱۲۔ صفحہ ۵۵؛ یاقوت جز ۱۴ صفحہ ۱۲۶؛

یہ بہت بڑا مقام تھا جو المدائنی کو نصیب تھا۔ ورنہ حضرت یحییٰ بن معین جیسے بزرگ محدث ان کو یوں ثقہ نہ کہتے۔

وہ بہت بڑے ثقہ ہی نہیں، اس وقت کے سب سے بڑے مورخ بھی تھے۔ ابن الندیم نے الفہرست میں المدائنی کی تصانیف کے نام لکھے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ المدائنی کی ساری عمر تصنیف و تالیف ہی میں بسر ہوئی۔ انہوں نے ہر موضوع پر ایک نہ ایک کتاب لکھی۔ اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں انہوں نے جو کتابیں لکھیں ان کے عنوان یہ تھے:۔

امہات النبیؐ۔ صفۃ النبیؐ۔ اخبار المنافقین۔ عہود النبیؐ۔ تسمیۃ المنافقین۔ تسمیۃ المستہزئین۔ رسائل النبیؐ۔ کتب النبیؐ۔ اقطاع النبیؐ۔ فتوح النبیؐ۔ صلح النبیؐ۔ خطب النبیؐ۔ کتاب المغازی۔ سرایا النبیؐ۔ کتاب الوفود۔ کتاب دعاء النبیؐ۔ کتاب خبر الافک۔ ازواج النبیؐ۔ عمال النبویؐ۔ کتاب ما نہی عنہ رسول اللہؐ۔ کتاب حجۃ ابی بکرؓ۔ کتاب خطب النبیؐ۔ کتاب الخاتم والرسل۔ کتاب موال النبیؐ۔[1]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں مختصر رسائل کی صورت میں لکھی گئی تھیں۔ یا یہ حقیقتاً ایک بڑی کتاب کے مختلف عنوان تھے۔

ایک دوسری بڑی کتاب اخبار قریش کے نام سے لکھی، جس کے ابواب بھی پہلی بڑی کتاب کی طرح مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے عنوانات یہ تھے:۔

نسب قریش قریش و اخبارہا۔ عباس بن عبد المطلب، اخبار ابی طالب و ولدہ۔ خطب علی بن ابی طالب۔ عبد اللہ بن عباس، علی بن عبد اللہ بن عباس۔ آل ابی العاص ابی لعیص۔ خبر حکم بن ابی العاص عبد الرحمن بن سمرہ۔ ابن ابی عتیق۔ عمرو بن الزبیر۔ محمد بن حنفیہ۔ جعفر بن ابی طالب۔ حارث بن عبد المطلب عبد اللہ بن جعفر۔ معاویہ بن عبد اللہ۔ عبد اللہ بن معاویہ۔ ام محمد بن علی۔ عباس بن ابیہ۔ عبد اللہ بن عامر۔ اسماء من قتل من الطالبیین، مناکح زیاد و ولدہ و دعوتہ۔ الجوابات قریش۔ جواب مضر۔ جوابات ربیعہ۔ جوابات موالی، جوابات یمن۔

---

[1] الفہرست ابن الندیم صفحہ ۱۰۰، صفحہ ۱۰۱؛ یاقوت حموی جزء ۱۴ صفحہ ۱۲۹، صفحہ ۱۳۰، صفحہ ۱۳۱۔

یہ بہت بڑا مقام تھا جو المدائنی کو نصیب تھا۔ ورنہ حضرت یحییٰ بن معین جیسے بزرگ محدث ان کو یوں ثقہ نہ کہتے۔

وہ بہت بڑے ثقہ ہی نہیں، اس وقت کے سب سے بڑے مورخ بھی تھے۔ ابن الندیم نے الفہرست میں المدائنی کی تصانیف کے نام لکھے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ المدائنی کی ساری عمر تصنیف و تالیف ہی میں بسر ہوئی۔ انہوں نے ہر موضوع پر ایک نہ ایک کتاب لکھی۔ اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں انہوں نے جو کتابیں لکھیں ان کے عنوان یہ تھے:۔

امہات النبیؐ۔ صفۃ النبیؐ۔ اخبار المنافقین۔ عہود النبیؐ۔ تسمیۃ المنافقین۔ تسمیۃ المستہزئین۔ رسائل النبیؐ۔ کتب النبیؐ۔ اقطاع النبیؐ۔ فتوح النبیؐ۔ صلح النبیؐ۔ خطب النبیؐ۔ کتاب المغازی۔ سرایا النبیؐ۔ کتاب الوفود۔ کتاب دعاء النبیؐ۔ کتاب خبر الافک۔ ازواج النبیؐ۔ عمال النبویؐ۔ کتاب مانہیٰ عنہ رسول اللہؐ۔ کتاب حجۃ ابی بکرؓ۔ کتاب خطب النبیؐ۔ کتاب الخاتم والرسل۔ کتاب موال النبیؐ۔[1]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں مختصر رسائل کی صورت میں لکھی گئی تھیں۔ یا یہ حقیقتاً ایک بڑی کتاب کے مختلف عنوان تھے۔

ایک دوسری بڑی کتاب اخبار قریش کے نام سے لکھی جس کے ابواب بھی پہلی بڑی کتاب کی طرح مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے عنوانات یہ تھے:۔

نسب قریش۔ قریش و اخبارہا۔ عباس بن عبدالمطلب، اخبار ابی طالب وولدہ۔ خطب علی بن ابی طالب۔ عبداللہ بن عباس، علی بن عبداللہ بن عباس۔ آل ابی العاص ابی العیص۔ خبر حکم بن ابی العاص عبدالرحمن بن سمرہ۔ ابن ابی عتیق۔ عمرو بن الزبیر۔ محمد بن حنفیہ۔ جعفر بن ابی طالب۔ حارث بن عبدالمطلب عبداللہ بن جعفر۔ معاویہ بن عبداللہ۔ عبداللہ بن معاویہ۔ ام محمد بن علی۔ عباس بن الیہ۔ عبداللہ بن عامر۔ اسماء من قتل من الطالبیین۔ مناکح زیاد وولدہ ودعوتہ۔ الجوابات قریش۔ جواب مضر۔ جوابات ربیعہ۔ جوابات موالی، جوابات یمن۔

---

[1] الفہرست ابن الندیم صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲؛ یاقوت حموی جزء ۱۴ صفحہ ۱۲۹، صفحہ ۱۳۰، صفحہ ۱۳۱۔

یہ بہت بڑا مقام تھا جو المدائنی کو نصیب تھا۔ ورنہ حضرت یحییٰ بن معین جیسے بزرگ محدث ان کو یوں ثقہ نہ کہتے۔

وہ بہت بڑے ثقہ ہی نہیں، اس وقت کے سب سے بڑے مورخ بھی تھے۔ ابن الندیم نے الفہرست میں المدائنی کی تصانیف کے نام لکھے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ المدائنی کی ساری عمر تصنیف وتالیف ہی میں بسر ہوئی۔ انہوں نے ہر موضوع پر ایک نہ ایک کتاب لکھی۔ اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں انہوں نے جو کتابیں لکھیں ان کے عنوان یہ تھے:۔

امہات النبیؐ۔ صفتہ النبیؐ۔ اخبار المنافقین۔ عہود النبیؐ۔ تسمیۃ المنافقین۔ تسمیۃ المستہزئین۔ رسائل النبیؐ۔ کتب النبیؐ۔ اقطاع النبیؐ۔ فتوح النبیؐ۔ صلح النبیؐ۔ خطب النبیؐ۔ کتاب المغازی۔ سرایا النبیؐ۔ کتاب الوفود۔ کتاب دعاء النبیؐ۔ کتاب خبر الافک۔ ازواج النبیؐ۔ عمال النبویؐ۔ کتاب ما نہی عنہ رسول اللہؐ۔ کتاب حجۃ ابی بکرؓ۔ کتاب خطب النبیؐ۔ کتاب الخاتم والرسل۔ کتاب موال النبیؐ۔[1]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں مختصر رسائل کی صورت میں لکھی گئی تھیں۔ یا یہ حقیقتاً ایک بڑی کتاب کے مختلف عنوان تھے۔

ایک دوسری بڑی کتاب اخبار قریش کے نام سے لکھی، جس کے ابواب بھی پہلی بڑی کتاب کی طرح مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے عنوانات یہ تھے:۔

نسب قریش۔ قریش واخبارہا۔ عباس بن عبد المطلب، اخبار ابی طالب وولدہ۔ خطب علی بن ابی طالب۔ عبد اللہ بن عباس، علی بن عبد اللہ بن عباس۔ آل ابی العاص ابی العیص۔ خبر حکم بن ابی العاص عبد الرحمن بن سمرہ۔ ابن ابی عتیق۔ عمرو بن الزبیر۔ محمد بن حنفیہ۔ جعفر بن ابی طالب۔ حارث بن عبد المطلب عبد اللہ بن جعفر۔ معاویہ بن عبد اللہ۔ عبد اللہ بن معاویہ۔ ام محمد بن علی۔ عباس بن ابیہ۔ عبد اللہ بن عامر۔ اسماء من قتل من الطالبیین۔ مناکح زیاد وولدہ ودعوتہ۔ الجوابات قریش۔ جواب مضر۔ جوابات ربیعہ۔ جوابات موالی، جوابات یمن۔

---

[1] الفہرست ابن الندیم صفحہ ۱۰۱، صفحہ ۱۰۲؛ یاقوت حموی جز ۱۴ صفحہ ۱۲۹، صفحہ ۱۳۰، صفحہ ۱۳۱۔

اور صحیح بات تو یہ ہے کہ ان کے بعد ہماری تاریخ نے ابن قتیبہ، ابو حنفیہ، الدینوری، البلاذری، الیعقوبی المسعودی، ابن کثیر، ابن اثیر، ابوالفدا، اور دوسرے مؤرخین نے جن تاریخی کارناموں کو پوری قوت سے اچھالا ان سب کا ماخذ دراصل المدائنی تھے۔ یا اگر زیادہ فیاضی سے کام لیا جائے تو محمد بن اسحاق، ابن سعد اور واقدی بھی ان ماخذوں میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔

گو ہمارے سامنے المدائنی کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ لیکن ابن الندیم نے جو ایک واسطہ سے المدائنی کے شاگرد تھے۔ المدائنی کی جن کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ اتنی مرتّب، مدون اور جامع تھیں کہ ان کی مثال پہلے کہیں موجود نہ تھی۔

المدائنی ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے، اور ۲۲۵ھ میں انتقال فرمایا[1]

ابنِ سعد

ابو عبداللہ، محمد بن سعد الزہری کاتب واقدی، ہمارے ان بزرگ مورخین میں بہت ممتاز ہیں جن کی مصنّفات نے عمرِ دوام پائی ہے۔ وہ محمد بن عمر واقدی کے بڑے شاگرد اور کاتب تھے۔ ابن الندیم کے بیان کی رو سے ان کی روایات اور کتب مصنفہ کا بڑا ماخذ واقدی کی تصانیف تھیں[2]۔ لیکن ان میں اور واقدی میں ایک بڑا فرق یہ تھا کہ واقدی اپنے علم و فضل کے باوجود روایات کے اخذ میں وہ احتیاط نہ برتتے جو ابن سعد نے برتی۔ گو انھوں نے زیادہ تر علم واقدی سے سیکھا مگر ان کی ساری روایات قابل حجّت نہ سمجھیں، اس لئے جن علمائے حدیث نے واقدی پر جرح کی وہ ابن سعد پر جرح نہ کر سکے اور ان کو بھی انھیں ثقہ اور محتاط مؤرخ ماننا پڑا۔

الخطیب جیسے ناقد مؤرخ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:۔ محمد بن سعد عندنا من اھل العدالۃ وحدیثہ یدل علی صدقہ[3]۔" ابن خلقان کے نزدیک وہ بہت اونچے اصحاب العلم اور غیر معمولی فضلا میں سے تھے۔ انھوں نے طبقات الصحابہ، تابعین اور اپنے وقت تک کے خلفاء کے حالات میں بہت اعلیٰ درجہ کی کتابیں تصنیف کیں[4]۔

---

[1] یاقوت الحموی جزء ۱۴ صفحہ ۱۲۵، [2] ابن الندیم الفہرست صفحہ ۹۹ [3] الخطیب (ترجمہ محمد بن سعد)۔ [4] ابن خلکان جزء ۳ صفحہ ۴۷۳۔

ان کی طبقات پندرہ جلدوں میں ہے۔ اور یہی ان کی وہ تصنیف ہے جس نے انھیں زندہ جاوید بنا دیا ہے اس کتاب کی اشاعت کے لئے بھی مسلمان قوم مغربی محققین کی زیر احسان ہے۔ امتدادِ زمانہ نے اس کے مختلف اجزا یورپ کی مختلف لائبریریوں میں پہنچا دیئے تھے پوری کتاب یکجا کہیں موجود نہ تھی۔ اس کے پانچ اجزاء المانیا کی ایک لائبریری میں تھے ۱۸۹۴ء میں برلین کی جمعیۃ العلمیہ نے اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور پانچ ہزار گنی اس کے لئے مخصوص کر دیئے۔ علامہ ساخاؤ کو اس کی اشاعت کی نگرانی سونپی، علامہ موصوف ۱۸۹۴ء میں قاہرہ آئے اور خدیو کتب خانہ میں اس کے جو اجزا موجود تھے ان کی نقل تیار کرائی۔ اسی طرح دوسری لائبریریوں سے بھی نقلیں لیں اور مکمل کتاب یکجا محفوظ کر لی۔ اس کام میں ان کے کئی سال صرف ہوئے اور آخر یہ کتاب چھپ گئی۔

یورپ کے بعد یہ کتاب مصر سے کئی بار طبع ہوئی ہے اور تاریخ وسیر کی انتہائی مقبول و معتبر کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔ پہلے جزء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے بہت اہم حصوں پر مفصل بحث ہے پھر تمام بڑے صحابہ، بڑے تابعین اور اپنے وقت تک کے علما اور خلفا کے مختصر حالات بیان کئے گئے ہیں ہماری سیرت کی کتابوں میں یہ پہلی جامع کتاب ہے۔ اس کی اصل واقدی کی کوئی تصنیف ہے یا نہیں، یہ مسئلہ الگ ہے۔ لیکن اس امر سے دنیا کا کوئی مؤرخ انکار نہ کر سکے گا کہ ابن سعد نے یہ کتاب لکھ کر اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لئے غیر معمولی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اس دور کے علماء اور اس کے بعد کے مصنفین نے بلاشبہ اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان بڑے علماء کے طرق اور ذرائع ابن سعد سے مختلف بھی تھے، مگر جو جامعیت اس کتاب میں ہے وہ بعد کے کسی مجموعہ میں نہیں پائی گئی۔ اندازِ بیان یقیناً پرانا ہے مگر معلومات مستند ہیں اور ان پر جرح آسان نہیں ہے۔

سنہ ۲۳۰ھ کے ماہ جمادی الآخرہ میں وفات پائی۔ بغداد میں دفن ہوئے۔ موت کے وقت ۶۲ سال کے تھے [۲]

---

[۱] اقتناع القنوع صفحہ ۹۸ ؛ [۲] ابن خلکان جزء ۲ صفحہ ۴۷۳ ؛

البلاذری

احمد بن یحییٰ ابوالحسن البلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان کے سبب حیاتِ جاوید پائی ہے۔ یہ کتاب جب تک زندہ ہے بلاذری کا نام بھی زندہ ہے۔ فتوح البلدان ہماری تاریخ میں بڑی مستند شمار کی گئی ہے۔ احمد بن یحییٰ بلاذری نے اس کی تالیف پر بڑی محنت کی تھی اور اس کے واقعات کی تحقیق و جستجو میں وہی انداز اختیار کیا تھا جو محدثین کا تھا۔

اسلامی فتوح پر البلاذری کی یہ کتاب بڑی سند ہے۔ گو فتوح پر اور بھی کئی کتابیں اس دور میں لکھی گئیں مگر ان میں سے بہت سی کتابیں ضائع ہوگئیں۔ البتہ یہ کتاب زمانہ نے محفوظ رکھی۔ اس لئے نہیں کہ یہ ان تمام کتابوں سے بہتر تھی بلکہ اس لئے کہ بلاذری کے کسی شاگرد نے اسے حرزِ جان بنا لیا اور نسلاً بعد نسلٍ اس قیمتی سرمایہ کو آگے منتقل کرتا رہا۔

پہلے پہل یہ کتاب ہماری دوسری نوادر کتابوں کی طرح یورپ کے محققین کے ہاتھ لگی۔ مستشرق ڈی غویہ نے اس پر بہت محنت کی اور اسے اپنے دیباچہ اور حواشی کے ساتھ ۱۸۶۶ء میں چھاپا۔ مصر میں بھی اس پر ۱۹۰۱ء میں خوب محنت کی گئی۔ اور کئی نسخوں سے مقابلہ کے بعد اسے بڑے اہتمام سے چھاپا گیا۔ مصر کا یہ مطبوعہ نسخہ اصح ترین مانا گیا ہے۔[۱]

مصنّف کی اس کتاب کی دو بڑی خصوصیات ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں اسلامی فتوحات پر بہت صحیح و مستند معلومات درج کی گئی ہیں۔ دوسری یہ کہ اس میں بعض معاشی و اقتصادی مسائل مثلاً احکامِ خراج۔ تنخواہوں۔ زمین کی تقسیم۔ مہر اور سکوّں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

گو جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا یہ کتاب المدائنی کی تصانیف اور ابوعبید کی کتاب الاموال کو ماخذ بنا کر لکھی گئی تھی لیکن اس کا اندازِ تحریر اور اسلوبِ بیان ہر دور میں پسند کیا گیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر المدائنی کی تصانیف منظرِ عام پر آتیں تو اس کتاب کی کیا حیثیت ہوتی۔

یاقوت کا بیان ہے کہ البلاذری، وقت کے ان دو بڑے عالموں، المدائنی اور ابوعبید کے شاگرد

---

[۱] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ صـ ۱۹۱،

تھے۔ یاقوت فرماتے ہیں:۔

"انہ سمع ابا عبید القاسم بن سلام۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی، وابا الحسن علی بن محمد المدائنی[۱]"

ان کے علاوہ البلاذری کے اساتذہ میں، دمشق اور بغداد کے کئی نامور محدثین اور اساتذہ علم و ادب بھی تھے۔

احمد بن یحییٰ نے ان بزرگوں کے فیضِ صحبت سے بہت کچھ سیکھا اور جیسا کہ اس دور کا دستور تھا کہ شاگرد اپنے اساتذہ سے سماع کرتے وقت ہر بات لکھ لیتے تھے اسی طرح البلاذری نے المدائنی اور ابوعبید سے بہت کچھ لکھا۔

محمد بن اسحٰق، ابن الندیم البلاذری کے نامور شاگرد تھے۔ انھوں نے بھی البلاذری کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔ مگر ان کی عظمت و بزرگی کے باب میں وہ تفصیل پیش نہیں کی جو المدائنی کے سلسلہ میں بیان کی ہے اور غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ المدائنی سے ابن الندیم بہت متاثر تھے۔ اور شاید جانتے تھے کہ فتوح البلدان، المدائنی کی الفتوح سے ماخوذ ہے[۲]۔

احمد کے دادا جابر بھی بڑے کاتب تھے مصر کے بادشاہ خصیب کی کتابت کی۔ ان کے باپ یحییٰ کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ دادا کی طرح بڑے کاتب تھے یا چھوٹے۔ البتہ وہ خود دادا جیسے ثابت ہوئے۔ المتوکل، المعتز اور المستعین کے دربار میں بہت رسوخ پایا[۳] اور چونکہ بڑے عالم و شاعر تھے اس لئے بادشاہ انہیں عزیز جانتے۔ وہ کبھی کبھی اپنے درجہ کے اہل کمال کی طرح بادشاہوں کے قصیدے بھی لکھتے۔ مثلاً المستعین کا قصیدہ لکھا۔ اور سات ہزار دینار صلہ پایا اسی طرح المتوکل کے بھی قصیدے لکھے اور انعام سے نوازے گئے۔ المتوکل کے وہ بڑے ندیموں میں شمار ہوتے تھے[۴] ان میں حسد کا بھی مادہ تھا ایک بار ایسا ہوا کہ المتوکل نے اپنے مشہور عالم کاتب ابراہیم بن عباس الصولی سے ایک اہم مکتوب لکھوایا۔

---

[۱] یاقوت جزء ۵ صفحہ ۹۱، ابن عساکر تاریخ دمشق جزء اول "البلاذری" [۲] ابن الندیم الفہرست ص ۱۱۳ [۳] الوافی بالوفیات جزء اول ص ۸، [۴] تاریخ الاسلام ص ۱۶۲

یہ مکتوب جب المتوکل کے حضور پڑھا گیا تو اسے سب لوگوں نے پسند کیا۔ البلاذری نے یہ تعریف سنی تو حسد پیدا ہوا۔ یاقوت نے یہ قصہ ان ہی کی زبانی لکھا ہے۔ ان کے الفاظ تھے: "فدخلنی حسدٌ[1] فقلت فیہ خطاءٌ" ۔ گو اس میں کوئی خطا نہ تھی۔ لیکن اس ذہین آدمی نے اس میں ایک فرضی خطا نکال ہی لی۔

یاقوت کے بیان کے مطابق ان کی ہجو سے لوگ بہت ڈرتے تھے یوں ان میں اس دور کے بعض دوسرے بڑے شعرا کی طرح خودداری بھی تھی۔ اور یہی خودداری ان سے ہجو لکھواتی جن لوگوں کی انھوں نے ہجو کی ان میں معتمد کے وزیر صاعد بھی تھے۔[2]

ابن الندیم کے بیان کی رو سے البلاذری نے فارسی سے عربی میں ترجمہ بھی کیا۔ ابن الندیم نے ان کی جس تصنیف کو مشہور مانا ہے وہ کتاب جمل نسب اشراف" تھی۔ غالباً یہ کتاب اس دور میں زیادہ مقبول ہوئی تھی۔ یوں اس زمانہ میں وہ کتاب البلدان الصغیر بھی لکھ چکے تھے۔ اور کتاب البلدان الکبیر لکھ رہے تھے[3] جو ان کی بے وقت موت کے سبب ناتمام رہ گئی۔[4]

کتاب انساب الاشراف" جس کا پہلا نام ابن الندیم کے بیان کے مطابق "جُمَل نسب اشراف" تھا۔ بیس جلدوں میں تھی لیکن اس کے ایک نسخہ کے سوا کوئی دوسرا نسخہ دنیا کی کسی لائبریری میں محفوظ نہ رہ سکا۔ اس کا ایک نسخہ مستشرق اہل وارد نے مکتبہ مشیغر سے چھاپا اور دعویٰ کیا کہ یہ البلاذری کی کتاب انساب الاشراف کی ایک جلد ہے یا صحیح جُمَل نسب اشراف میں سے ہے۔ ابن الندیم نے اس کے عدم اہتمام کا ذکر نہیں کیا۔

عجیب بات ہے کہ اس بڑے مصنف نے جس معروف نام سے شہرت پائی اس کو ان کے ساتھ کوئی نسبت نہ تھی۔ بیچارے نے کچھ رول کے مشابہ پھل بلاذر کا رس بہت زیادہ پی لیا اس لئے پاگل ہو گئے۔ یہی بلاذر ان کی موت کا سبب بھی بنا اور ان کے نام کا جزو بھی۔[5]

---

[1] یاقوت معجم الادبا جزء خامس ص ۹۴، [2] یاقوت جزء ۵ ص ۹۶، [3] ابن الندیم الفہرست ص ۱۱۳، [4] کتاب الاعلام جزو اول ص ۸۵، [5] آداب للغۃ العربیہ جزء ۲ ص ۱۹۱، [6] الفہرست ص ۱۱۳، کتاب الاعلام جزو اول ص ۸۵، یاقوت جزء ۵ ص ۹۰؛